قومی دفاع شعر وادب کے آئینے میں

(National Defense in the Light of Literature)

DOI: https://doi.org/**10.54692/**nooretahqeeq.**2023.07042082**

ڈاکٹر عارف حسین

Dr. Arif Hussain
PhD Urdu
National University of Modern Languages, Islamabad

شکیل احمد خان

Shakeel Ahmad Khan
PhD Scholar, Department of Urdu
National University of Modern Languages, Islamabad

Abstract:
Defense of a country is always considered a national duty for all citizens because a country with strong defense guarantees a safe and secure nation. After the establishment of Pakistan, it was targeted by the enemy on various occasions, but Pakistan Army defeated the enemy every time by defending the country strongly. While the army showed the essence of its bravery, the authors, poets and writers also participated in these wars and wrote songs, poems and literature for the country. By means of writing these pieces of literature, the defense of the country was also made successful through strengthening patriotism and love for the homeland. This article throws light on the literature written to build national harmony with special reference to Urdu language.

Keywords:
National Defense, Pakistan Army, Patriotic Literature, Urdu Language, Urdu Literature, War Songs, National Songs, Literary History.

اکیسویں صدی میں دنیا کے بیشتر نقادوں کا یہ خیال ہے کہ کسی بھی ملک اور قوم کی ایک سے زیادہ تاریخیں لکھی جاسکتی ہیں۔ ایک تاریخ تو وہ ہوتی ہے جو تاریخ دان لکھتے ہیں۔ لیکن کچھ تاریخیں صحافی رقم کرتے ہیں مگر سب سے مستند

تاریخ وہ ہے جو ادیب اور شاعر قلم بند کرتے ہیں۔ شاعری، ناول اور افسانوں میں قوم کی زندگی کی جیسی بھرپور عکاسی اور ترجمانی ہوتی ہے شاید کہیں اور ممکن نہیں ہوتی۔ اس نقطۂ نظر سے اگر ہم پاکستانی تاریخ میں اپنی تمام زبانوں اور خاص طور پر اپنی قومی زبان اُردو کے ادب پر نظر ڈالیں تو ہمیں قومی تاریخ کے پچھتر سال، سال بہ سال، ماہ بہ ماہ بالکل روزنامچے کی طرح ادب پاروں میں نظر آئیں گے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ قومی اور ملی ادب ایک ہی سکے کے دو مختلف پہلو ہیں کیوں کہ جب کوئی تخلیق کار ملک کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ تخلیق کرتا ہے تو قوم کا درد محسوس کرتے ہوئے اس کی خوشحالی کی خواہش اس کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے یا بعد کے ادوار کے ادب کا اگر جائزہ پیش کیا جائے تو نامور لکھنے والوں میں حالی، اکبر الہ آبادی یا اقبال ہوں، ان سب کی تخلیقات کا ایک بڑا حصّہ قومی شعور کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ادب قومی شعور کے اظہار کے لیے انقلابی جدوجہد کے موضوعات کو اپنا متن بناتا ہے۔ ماضی میں جھانک کر تاریخ کے اوراق سے استفادہ کر کے تاریخی شخصیات کے بلند کرداروں کو اپنا موضوع بناتا ہے۔ اعلیٰ فلسفۂ حیات سے متعلق سبق آموز باتوں کو مختلف پیرائے اظہار میں بیان کرتے ہوئے اِسے عوام کے لیے مؤثر بنانے کا درس کچھ اس طرح دیتا ہے کہ عوام قومی شعور کو اپنے لیے ایک فطری ضرورت محسوس کرنے کا تصور اپنے ذہن میں بنانے لگتے ہیں۔ اس لیے ڈاکٹر سید عبداللہ نے ادب کی تمام تر تعریفوں کو یکجا کرتے ہوئے اس کی ایک ہی جامع تعریف بیان کی ہے کہ:

> ”انسان اور انسانیت بڑی مشتبہ چیزیں ہیں۔ انسانیت کے موجودہ تصورات سے کوئی بڑا ادب پیدا نہیں ہو سکتا۔ انسان پرستی آدمی کی ذہنی لطافتوں کو برباد کر دیتی ہے۔ تہذیب انسان کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اقدار کا نیا نظام آدمی کے لیے ہو انسان کے لیے نہیں۔“(۱)

ادب کسی بھی معاشرے کا آئینہ ہوتا ہے کیوں کہ ادب معاشرے میں رونما ہونے والی سیاسی، سماجی، معاشی تبدیلیوں، تہذیب و تمدن، تحریکوں اور انقلاب کی عکاسی کرتا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ جس معاشرے میں سکوت یا جمود جنم لے لیتا ہے وہاں غور و فکر، نشیب و فراز اور سماجی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں ادب نے تحریکوں اور رجحانات کے حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جن میں سرسیدؒ کی تحریک کو اوّلین تحریک کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔ قیام پاکستان کا کوئی بھی منظر نامہ سرسیدؒ، الطاف حسین حالیؔ اور علامہ اقبالؒ کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ ان بزرگوں کی تحریریں تحریک پاکستان کے خدوخال مرتب کرنے اور نظریۂ پاکستان کو تشکیل دینے میں بہت معاون ثابت ہوئیں۔

حالیؔ نے حبِ وطن، برکھارُت، نشاطِ اُمید اور مناظرہ رحم و کرم لکھ کر قومی شاعری کی بنیاد رکھی۔ اقبال کی اردو

نثر میں قومی و ملی زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ انھوں نے "مخزن" کے لیے خلافت اسلامیہ، ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر جیسے موضوعات پر لکھنے کے ساتھ ساتھ دیباچہ مثنوی "اسرارِ خودی" اور دیباچہ "پیامِ مشرق" میں قومی و ملی مسائل پر کھل کر اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان مضامین میں اقبال کا ایک خاص اور منفرد اسلوب سامنے آتا ہے جس کی خاص بات یہ ہے کہ ان کی شاعری کی طرح نثر بھی سنجیدہ، علمی لحاظ سے دلچسپ، پُر لطف اور تصویر کشی کے نمونے پیش کرتی ہے۔ اقبال کا نثری ذخیرہ بہت کم ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے نثر میں جو کچھ بھی لکھا وہ اس دور کے رجحانات اور ماحول کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر پڑھ کر ہمیں ان کی انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے ہی دو بنیادی تحریکیں اپنے پورے زور و شور سے جاری تھیں۔ جن میں ایک طرف ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر لکھنے والے ادیبوں کے گروہ نمایاں تھے تو دوسری طرف وہ لوگ تھے جو جدیدیت کے نمائندے کہلائے جا سکتے تھے جن کی ایک شناخت یہ تھی کہ ان میں اس طرح کے اہلِ قلم حلقۂ اربابِ ذوق کے حوالے سے پہچانے جاتے تھے۔ ایسے بھی ادیب تھے جن کو دونوں طرف کے لوگ اپنا کہتے تھے اور یہ لوگ خود واضح طور پر کسی گروہ میں اپنے آپ کو شامل نہیں رکھتے تھے۔ ایک طرف فیض احمد فیضؔ، احمد ندیم قاسمیؔ، ظہیر کاشمیریؔ، حمید اختر، سبطِ حسن، ممتاز حسین اور مجتبیٰ حسین جیسے بزرگ شامل تھے تو دوسری طرف راشدؔ، قیوم نظرؔ، مختار صدیقیؔ، ضیا جالندھریؔ اور یوسف ظفرؔ جیسے بڑے لکھنے والے سامنے تھے۔ ترقی پسند تحریک نے اس حوالے سے بہت اہم کردار ادا کیا ہے:

> "ترقی پسند تحریک نے شاعری اور افسانہ نگاری کے علاوہ اردو زبان کے جس شعبے کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ادبی تنقید ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک نیا مزاج اور ایک منفرد کردار نصیب ہوا۔"(۲)

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد محمد دین تاثیرؔ، محمد حسین عسکریؔ، ناصر کاظمیؔ نے اسلامی ادب اور پاکستانی ادب کا قصّہ شروع کیا جسے شروع میں پذیرائی بھی ملی مگر یہ بات زیادہ آگے نہ بڑھ سکی۔ سعادت حسن منٹو، غلام عباس، قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی اپنے آپ کو کسی خاص ادبی گروہ سے وابستہ نہیں رکھتے تھے۔

قومی اُمنگوں کی ترجمانی اور قوم میں جذبۂ حُب الوطنی کا شعور اُجاگر کرنے کے لیے ۱۹۶۵ء میں ہمارے شعرا نے رزمیہ گیتوں، نظموں، غزلوں اور ترانوں کے ذریعے عوام میں وہ شعور بیدار کیا جو پوری قوم کی نمائندگی کرتا ہے اور قوم کو شہادت کے جذبے سے سرشار ہونے تک اُبھارتا ہے۔ ملی یک جہتی کی ایسی مثالیں تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں۔ ہمارے شعرا نے شہیدوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ اظہارِ یک جہتی اور ان کے دکھوں کو اپنے اظہار کا ذریعہ بناتے ہوئے ان خاندانوں کو دکھ کی اس گھڑی میں یوں سہارا دیا کہ وہ اپنا دکھ بھول کر قوم کے ساتھ مل کر خود کو شہیدوں کے قابلِ فخر وارث سمجھنے لگے جیسا کہ:

"ایک سچا محب وطن وہ ہے جو اپنے ملک کی حالت بہتر بنانے کے لیے جتنی محنت کر سکتا ہے اپنا حصّہ ڈالے۔ ایک سچا محب وطن نہ صرف اپنے ملک کی تعمیر کے لیے کام کرتا ہے بلکہ اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔"(۳)

یہی وہ موقع تھا کہ جب پوری قوم نے یک جان ہو کر قومی و ملی یک جہتی کی ایسی ایسی مثالیں پیش کیں کہ رات کی تاریکی میں شب خون مارنے والوں کو اپنی جانیں بچانا مشکل ہو گئیں۔ شجاعت اور بہادری کی داستانیں رقم کی گئیں۔ جنگی ترانوں کے باعث آزادی کا احساس وطن کی فضا میں گونجنے لگا۔ اہل وطن علاقائی، گروہی تعصب کو فراموش کر کے یک جان ہو چکے تھے۔ جذبہ حُب الوطنی کا یہ احساس جہاں ہر پاکستانی کے دل و دماغ میں تھا، وہیں غزل گو شعرا نے اسے اپنے انداز سے پیش کیا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جمیل نے لکھا ہے کہ:

"جنھوں نے زندگی کے کسی شعبے میں سوچنے اور تخلیق کرنے کا کام کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ شخص جسے اپنے ملک، اپنی زمین سے محبت نہ ہو، وہ کوئی تخلیقی یا فکری کام کر ہی نہیں سکتا۔ ادیب کے مزاج میں تو ہمیشہ اُس کا ملک، اُس کے لوگ اور ان کی اتھاہ محبت کا جذبہ غیر شعوری طور پر موجود ہوتا ہے۔"(۴)

موجودہ حالات میں ہمارے ملک میں جو ماحول ہے اس کو آج پھر سے اُسی جذبہ حُب الوطنی سے سرشار کرنے کی ضرورت ہے کہ جس نے تہذیب، رواداری، روایات، معاشرتی قدروں اور ملی یک جہتی کو فروغ دیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد پچھتر برسوں میں جمہوری دور کا عرصہ صرف پینتیس چالیس برسوں پر محیط ہے۔ پچھتر برس کے اس عرصے کو ہمارے لکھنے والوں نے قومی زندگی کے ہر مرحلے پر قلم بند کیا ہے۔ فیض احمد فیضؔ، شیخ ایازؔ، اجمل خٹکؔ، گل خان نصیرؔ، ظہیر کاشمیریؔ، حبیب جالبؔ، فارغ بخاریؔ، احمد فرازؔ، فہمیدہ ریاضؔ، کشور ناہیدؔ، افتخار عارفؔ، احمد سلیمؔ، حسن عابدیؔ، محمود شامؔ کی شاعری کے مجموعے اگر سرسری طور پر بھی دیکھے جائیں تو ان میں ہماری ملی اور قومی زندگی کے تمام مراحل اور پہلو صاف نظر آتے ہیں۔ اسی طرح عزیز احمد، حجاب امتیاز علی، عبد اللہ حسین، خدیجہ مستور، شوکت صدیقی، قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی، بانو قدسیہ، خالدہ حسین، منشایاد، رشید امجد، احمد جاوید، احمد داؤد، نیلو فر اقبال، ہاجرہ مسرور، زاہدہ حنا، اسد محمد خان، حسن منظر، مرزا اطہر بیگ اور مستنصر حسین تارڑ کے افسانے اور ناول ہماری قومی زندگی کا ادبی روزنامچہ پیش کرتے ہیں۔

ہر چند کہ خالص پاکستانی ادب کی شناخت کے بارے میں ایک سے زیادہ نظریے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ ہمارے شعرا نے اُردو نظموں کو جس طرح ماحول کے مطابق اپنے لفظوں میں سمویا تھا اُس میں تہذیبی، مذہبی رواداری، باہمی یگانگت، بھائی چارے اور دوستی کی فکر و احساس کا اظہار ملتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے

وطن کے حوالے سے کیا خوب نظم کہی ہے:

خدا کرے کہ میری ارض پاک پر اُترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کِھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
خدا کرے کہ مرے اک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو(۵)

اسی طرح جمیل الدین عالیؔ اپنے وطن کے جوانوں سے محبت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

اے وطن کے سجیلے جوانو!
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں
سر فروشی ہے ایماں تمھارا
جرأتوں کے پرستار ہو تم
جو حفاظت کرے سرحدوں کی
وہ فلک بوس دیوار ہو تم
اے شجاعت کے زندہ نشانو
میرے نغمے تمھارے لیے ہیں(۶)

۱۹۶۵ء کا سال وہ سنگِ میل ہے جس نے صحیح معنوں میں ادب کی سطح پر ایک قومی شناخت کی واضح اور جامع تفسیر پیش کی ہے۔ ۶/ ستمبر ۱۹۶۵ء کے دن ایسا لگتا تھا کہ جیسے بکھرے ہوئے لوگوں کا ایک ہجوم قوم بن کر سامنے آ گیا ہے۔ ذرائع ابلاغ نے اور بالخصوص ریڈیو پاکستان نے جو اہم کردار ادا کیا وہ ہماری قومی تاریخ کا ایک یادگار اور بڑا واقعہ ہے۔ آج بھی جب وہ قومی ترانے نشر کیے جاتے ہیں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور دل بھر آتے ہیں۔

بہت مشکل دنوں میں بھی ہمیں ۱۹۶۵ء کے سانحے نے اپنی طرف متوجہ رکھا۔ شاید ہی کسی اور تاریخ میں اتحاد، تنظیم اور یقین محکم کا ایسا منظم اظہار دیکھنے میں آیا ہو۔ ۱۹۷۱ء کے سانحے کے وقت ہمیں دوہری پسپائی سے گزرنا پڑا۔ ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصّہ اور ایک علاقہ ہم سے جدا ہو گیا۔ مشرقی پاکستان کے المیے پر بہت زیادہ کام نہیں ہوا۔ البتہ دو ایک ناول اور چند افسانے اس حوالے سے لکھے گئے مگر ابھی تک کوئی بڑا تخلیقی کام سامنے نہیں آیا۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے اپنے انداز سے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"افسوس کہ اردو میں اس موضوع پر نہ تو تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے زیادہ کام ہوا اور نہ ہی تخلیقی سطح پر زیادہ اہلِ قلم نے اس سانحے کے علل و اسباب و نتائج کو پیش کیا۔ ایسا نہیں ہے کہ سقوطِ ڈھاکہ اردو ادب کا موضوع نہ بن سکا ہو۔ شعرا و ادبا نے یقیناً اس موضوع پر قلم اٹھایا، لیکن ایک تاثر یہ بھی ہے کہ ۱۹۷۱ء کے واقعات اور سانحات کے نتیجے میں ایسا اور اتنا ادب شعر و نثر میں سامنے نہیں آیا جیسا اردو کے اہلِ قلم نے مثلاً ۱۹۴۷ء کے فسادات پر یا ۱۹۶۵ء کی جنگ پر پیش کیا تھا۔"(۷)

پچھتر برسوں میں ایک بہت نمایاں تخلیقی روایت شعر اور افسانے میں بھی سامنے آئی۔ وہ ہے خواتین اہل قلم کی تعداد میں اضافہ۔ نہ صرف یہ کہ خواتین اہل قلم کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ ان کی جانب سے ایسا ادب پیش کیا گیا جو مرد تخلیق کاروں کے مقابلے میں کسی طور بھی کم نہ تھا۔ بلکہ اگر تناسب کے لحاظ سے دیکھا جائے تو خواتین لکھنے والوں کی تعداد کا پلہ بھاری رہا ہے۔ ان خواتین اہل قلم میں ادا جعفریؔ، زہرا نگاہؔ، کشور ناہیدؔ، فہمیدہ ریاضؔ، شبنم شکیلؔ، پروین شاکرؔ، نسرین انجم بھٹیؔ، عذرا عباسؔ، یاسمین حمیدؔ، شاہین مفتیؔ، شاہدہ حسنؔ، عشرت آفرینؔ، فاطمہ حسنؔ، ثمینہ راجہؔ، پروین طاہرؔ، رخشندہ نویدؔ، حمیدہ شاہینؔ نے شاعری میں جبکہ حجاب امتیاز علی تاج، ممتاز شیریں، نثار عزیز بٹ، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، الطاف فاطمہ، بانو قدسیہ، اختر جمال، خالدہ حسین، زاہدہ حنا، نیلو فر اقبال، طاہرہ اقبال نے ملی و قومی فکشن کے ادب میں بہت اضافے کیے۔ نسائی ادب کے علاوہ ہمارے مزاحیہ ادب میں جتنے نامور لوگ ان پچھتر برسوں میں سامنے آئے، ہماری ادبی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان میں پطرس بخاری، شفیق الرحمن، محمد خالد اختر، مشتاق احمد یوسفی، ابن انشا، کرنل محمد خان، ابراہیم جلیس، عطا الحق قاسمی اور یونس بٹ ہمارے نامور لکھنے والوں میں شامل ہیں۔ مزاحیہ شاعری میں سید ضمیر جعفریؔ، سید محمد جعفریؔ، دلاور فگارؔ، انور مسعودؔ، سرفراز شاہدؔ، خالد مسعودؔ، ڈاکٹر انعام الحق جاویدؔ کے نام قابل ذکر ہیں۔

قوموں کی زندگی میں پچھتر سال کا عرصہ زیادہ وقت نہیں ہوتا اس مختصر سے عرصے میں بھی پاکستانی اہلِ قلم نے جو تحریریں یادگار چھوڑی ہیں وہ ہمارے لیے باعث فخر ہیں اور ہم اپنے اہل قلم کو ان کے اس کام پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوان نسل کو جذبۂ حُب الوطنی سے سرشار کرتے ہوئے بزرگوں کی قربانیوں سے روشناس کرایا جائے اور نظریۂ پاکستان کے مفہوم کی وضاحت کی جائے۔ یہ کام سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر اساتذہ کرام بخوبی انجام دے سکتے ہیں کیوں کہ قوم کا مستقبل انھی کے ہاتھوں میں ہے۔

پاکستان محفوظ ہے تو پاکستانی قوم محفوظ ہے۔

ہمیں تمام نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات سے بالاتر ہو کر ملی یگانگت و اتحاد کا علم بلند کرنا ہو گا۔ ایک دوسرے

سے حسد کرنے کی بجائے ایک دوسرے کا دست و بازو بننا ہو گا۔ الطاف حسین حالیؔ نے بھی اسی طرف توجہ دلائی ہے:

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

(الطاف حسین حالی)

حوالہ جات

۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اردو ادب کی ایک صدی، کلکتہ: عامر بک ڈپو، س۔ن، ص:۲۶۱

۲۔ اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک، خلیل الرحمن اعظمی، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۲ء، ص:۲۴۳

۳۔ https://writeatopic.com/ur/essay/essay-on-patriotism 9-9-2023, at 11-45

۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادیب اور حب الوطنی، مشمولہ: تنقید اور تجربہ، لاہور: یونیورسل بکس، ۱۹۸۸ء، ص:۸۶

۵۔ احمد ندیم قاسمی، کلیات، مرتبہ: فاروق ارگلی، لاہور: فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۲۰۰۴ء، ص:۳۳۶

۶۔ https://www.rekhta.org/nazms/mere-nagme ۹-۹-۲۰۲۳, at ۱۲-۲۰ p.m

۷۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، تبصرہ، اردو فکشن پر سقوط ڈھاکہ کے اثرات، ڈاکٹر زینت افشاں، کراچی: جسارت سنڈے میگزین، ۳۱۔ مارچ ۲۰۱۷ء، ص:۲